نقطۂ نظر

ساجد حمید

متن حدیث میں ہمارے تصرفات

(۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

انضمام المتون

ایک حدیث کے متن کا دوسرے متن میں ضم کرنا یا پیوند لگانا تیسرا تصرف ہے، جو حدیث کے ساتھ برتا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دو مختلف احادیث کے متون یا جملوں کو ملا کر ایک نئی حدیث بنالی جاتی ہے۔ اس میں دونوں جملے یا متن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو سکتے ہیں، مگر ان کے پیوند سے جو نئی بات بنتی ہے، وہ ہرگز ہرگز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہوتی۔ پہلے ہم ایک سادہ جملے سے اس بات کو سمجھتے ہیں، پھر احادیث کی مثالوں سے سمجھیں گے۔

ایک محقق کسی موقع پر کہے:

(بات نمبر۱): ''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ خداے حقیقی کے سوا میں کسی خدا کو نہیں مانتا۔ یہ خداؤں کو ماننے والے سب جھوٹے ہیں۔''

یہی محقق کسی دوسرے موقع پر کہے:

(بات نمبر۲): ''ملحدین کی اتنی بات درست ہے کہ خداؤں کا وہ تصور جو انسانوں نے اپنے اپنے تہذیبی شعور کے ساتھ تخلیق کیا ہے، وہ کسی طرح قابل قبول نہیں ہے۔''

کوئی اخباری رپورٹر اس محقق کی دونوں باتوں میں سے ٹکڑے لے کر پیوند لگا کر ایک اور بات بنائے، اور کہے:

(بات نمبر۳ جو دونوں کا مجموعہ ہے) ''ملحدین کی اتنی بات درست ہے کہ خداؤں کا وہ تصور جو انسانوں نے اپنے اپنے

تہذیبی شعور کے ساتھ تخلیق کیا ہے، وہ کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہے۔ (میں کسی خدا کو نہیں مانتا، یہ خداؤں کو ماننے والے سب جھوٹے ہیں)۔''

بلاشبہ، پہلی دونوں باتیں اسی آدمی کی تھیں، لیکن اب یہ تیسری پیوند شدہ عبارت اس آدمی کی ہرگز نہیں ہے، اگرچہ اجزا اسی کے کلام سے لیے گئے ہیں۔ اس انضمامِ عبارت کے پیوند کو ہم نے بریکٹوں میں (...) کے نشان سے نمایاں کر دیا ہے۔ آپ اس پیوند کا نتیجہ دیکھ سکتے ہیں کہ کتنا سنگین ہو سکتا ہے۔ اوپر کی مثال میں واضح ہے کہ ایک موحد اور مومن آدمی ملحد بن گیا ہے۔ ذیل میں ایسی ہی مثالیں احادیث سے پیش کی جاتی ہیں۔ جن میں خود دوسری حدیثوں میں حلال اور جائز رکھا گیا معاملہ ان حدیثوں میں حرام ہو گیا ہے۔

پہلی مثال

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی یہ روایت دیکھیے:

...عبد اللّٰه بن عمر فقال: أتَی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ضیف، فقال لبلال: "ائتنا بطعام"، فذهب بلال فأبدل صاعین من تمرٍ بصاعٍ من تمرٍ جیّد، وکان تمرهم دُوناً، فأَعجبَ النبيَّ صلی اللّٰه علیه وسلم التمرُ، فقال النبي صلی اللّٰه علیه وسلم: "من أین هذا التمر؟"، فأخبره أنه أبدل صاعاً بصاعین، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "رُدَّ علینا تمرنا".

(مسند احمد، رقم ۴۷۲۸)

''عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم کے پاس ایک مہمان آیا، تو آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: کھانے کو کچھ لاؤ، تو حضرت بلال گئے اور انھوں نے دو صاع کھجور کو ایک صاع کھجور سے تبادلہ میں لیا، یوں کہ ان کی کھجور گھٹیا تھی۔ (اچھی قسم کی کھجور دیکھ کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیران ہوئے، تو آپ نے حضرت بلال سے دریافت فرمایا: یہ (عمدہ) کھجور کہاں سے آئی ہے؟ تو انھوں نے آپ کو بتایا کہ (اپنی ردی کھجور دے کر) یہ ایک صاع دو صاع کے بدلے خریدی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اپنی کھجور واپس لے کر آؤ۔''

یہ ایک سادہ واقعہ ہے، جس میں آپ نے حضرت بلال کے سودے کو پسند نہیں فرمایا، اور کہا کہ جاؤ اپنی کھجوریں واپس لے آؤ۔ لیکن فقہاے محدثین نے ایک دوسری روایت سے ایک ٹکڑا کاٹ کر اس میں درج کر دیا۔ یہ اضافہ سہواً معلوم نہیں ہوتا، جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، ایک فقہی الجھن کو دور کرنے کے لیے یہ اضافہ کیا گیا۔ پیوند شدہ

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

روایت یوں ہے:

أن أَبَا سَعِيدٍ، يَقُولُ: جَاءَ بِلَالٌ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ أَيْنَ هٰذَا"؟ فَقَالَ بِلَالٌ: تَمْرٌ كَانَ عِنْدَنَا رَدِيءٌ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِمَطْعَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ: "أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ، وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ التَّمْرَ فَبِعْهُ بِبَيْعٍ آخَرَ، ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ".

(مسلم، رقم ۱۵۹۴۔ بخاری، رقم ۱۰۸۰)

''ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال برنی[1] کھجوریں لائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہاں سے آئی ہیں؟ حضرت بلال نے عرض کی: ہمارے پاس جو گھٹیا کھجوریں تھیں، وہ میں نے دو صاع دے کر ایک صاع یہ برنی کھجور خرید لی ہے، کہ نبی پاک کھائیں گے آپ نے فرمایا: اوہو یہی تو سود ہے آیندہ ایسا مت کرنا، البتہ جب بھی ایسا کرنا ہو، تو کھجور کو کسی اور چیز کے عوض بیچو، پھر اس چیز سے دوسری قسم کی کھجور خریدا کرو۔''

اس روایت میں خط کشیدہ حصہ پیوند شدہ ہے۔ دونوں متون کے موازنے سے آپ یہ سمجھ سکیں گے کہ انضمام کہاں اور کیا ہوا ہے:

پیوند شدہ متن	غیر پیوند شدہ متن
أن أَبَا سَعِيدٍ، يَقُولُ: جَاءَ بِلَالٌ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ أَيْنَ هٰذَا؟" فَقَالَ بِلَالٌ: تَمْرٌ كَانَ عِنْدَنَا رَدِيءٌ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِمَطْعَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ: "أَوَّهْ (عَيْنُ الرِّبَا) (لَا تَفْعَلْ، وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ التَّمْرَ فَبِعْهُ بِبَيْعٍ آخَرَ، ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ)". (مسلم، رقم ۱۵۹۴۔ بخاری، رقم ۱۰۸۰)	...عبد اللّٰه بن عمر فقال: أتى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ضيف، فقال لبلال: "ائتنا بطعام"، فذهب بلال فأبدل صاعين من تمرٍ بصاع من تمر جيّد، وكان تمرهم دُوناً، فأَعجبَ النبيَّ صلى اللّٰه عليه وسلم التمرُ، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: "من أين هذا التمر؟"، فأخبره أنه أبدل صاعاً بصاعين، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "رُدَّ علينا تمرنا". (مسند احمد، رقم ۴۷۲۸)

اگرچہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس متن میں پہلے متن کے مقابلے میں بہت کچھ مختلف ہے، لیکن ہمارا موضوع اس

[1] ایک عمدہ قسم کی کھجور جو جسامت میں ذرا گولائی والی اور زردی مائل رنگ کی ہوتی ہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وقت متون کا ضم ہے، اس لیے اسی پر محدود رہیں گے۔ اس متن میں دو جملے دوسری دو روایتوں سے لائے گئے ہیں۔ جن احادیث سے یہ ٹکڑے کاٹے گئے ہیں، وہ ذیل میں ہیں:

يُحدِّثُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ، حَدَّثَاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَخَا بَنِي عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ، فَاسْتَعْمَلَهُ عَلٰى خَيْبَرَ، فَقَدِمَ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟'' قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا لَنَشْتَرِي الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ مِنَ الْجَمْعِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ''لَا تَفْعَلُوا، وَلٰكِنْ مِثْلًا بِمِثْلٍ، أَوْ بِيعُوا هٰذَا وَاشْتَرُوا بِثَمَنِهِ مِنْ هٰذَا، وَكَذٰلِكَ الْمِيزَانُ''.

''ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما دونوں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے بنوعدی انصاری کے ایک آدمی کو خیبر کا والی مقرر کیا، تو وہ جنیب[2] قسم کی کھجور لے کر آیا، تو آپ نے اس سے پوچھا کہ آیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں؟ اس نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ، ہم ملی جلی کھجور دے کر دو صاع کے بدلے ایک صاع جنیب خرید لیتے ہیں، آپ نے فرمایا: یوں نہ کیا کرو، جب اس ملی جلی کھجور کا سودا کرو، تو اسے پہلے بیچو، اور پھر اس کی قیمت سے اچھی کھجور خریدو، ایسے ہی صحیح سودا ہوگا۔''

(مسلم، رقم ۱۳۹۵)

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس روایت کا خط کشیدہ جملہ سامنے رکھیے۔ لیکن سیدنا بلال والی مذکورہ حدیث میں یہ جملہ ملانے سے بھی بات واضح نہیں ہوئی تو اس میں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ملتے جلتے فتوے سے ایک اور جملہ مستعار لیا گیا۔ وہ فتویٰ کچھ یوں ہے:

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ حَرْبٍ النَّدَبِيُّ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الصَّرْفِ الدِّرْهَمِ بِالدِّرْهَمَيْنِ فَقَالَ: عَيْنُ الرِّبَا، عَيْنُ الرِّبَا، فَلَا تَقْرَبْهُ، هَلْ سَمِعْتَ مَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

''بشر بن حرب ندبی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر سے ایک درہم کے بدلے دو درہم کی صرف[3] کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ تو عین سود ہے، عین سود ہے، اس کے قریب بھی نہ پھٹکنا۔ تم نے سنا ہے

۲؎ بڑی اور گاڑھے (thick) گودے والی کھجور، دوسری رائے کے مطابق وہ کھجور جو ایک ہی قسم یا ایک ہی کوالٹی کی چن چن کر الگ کر لی گئی ہو۔ یہی دوسری رائے ہی صحیح لگتی ہے، اس لیے کہ عرب کھجوروں کے نام ان کے ساتھ معاملے کے لحاظ سے بھی رکھ لیتے ہیں جیسے تمرٌ جَنِيٌّ، یعنی وہ کھجور جسے درخت سے چنا گیا ہو، خواہ اس پر چڑھ کر یا اسے ہلا کر۔

۳؎ ایسی خرید و فروخت جس میں ایک ہی چیز کی بڑھیا قسم دے کر گھٹیا قسم خریدی جائے یا بالعکس۔

وَسَلَّمَ: "خُذُو الْمِثْلَ بِالْمِثْلِ".
(مسند ابی داوٗد الطیالسی، رقم ۱۹۷۲۔ المعجم الکبیر للطبرانی، رقم ۱۴۰۶۸)

نا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ سونا مثل بمثل ہو تو تب ٹھیک ہے۔"

اس روایت کے خط کشیدہ الفاظ کو بھی سامنے رکھیں اور حضرت بلال کی وہی روایت دوبارہ دیکھیں۔ میں نے انضمام شدہ الفاظ کو نمایاں کر دیا ہے اور جہاں جہاں پیوند لگائے گئے ہیں، وہاں دونوں جانب (...) کا نشان بھی لگا دیا ہے، سہولت کے پیش نظر نیچے دوبارہ لکھتا ہوں:

أن أَبَا سَعِيدٍ، يَقُولُ: جَاءَ بِلَالٌ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ أَيْنَ هٰذَا؟" فَقَالَ بِلَالٌ: تَمْرٌ كَانَ عِنْدَنَا رَدِيءٌ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِمَطْعَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ: "أَوَّهْ (عَيْنُ الرِّبَا) (لَا تَفْعَلْ، وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ التَّمْرَ فَبِعْهُ بِبَيْعٍ آخَرَ، ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ)".
(مسلم، رقم ۱۵۹۴۔ بخاری، رقم ۱۰۸۰)

"ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال برنی[۴] کھجوریں لائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کہاں سے آئی ہیں؟ حضرت بلال نے عرض کی: ہمارے پاس جو گھٹیا کھجوریں تھیں، وہ میں نے دو صاع دے کر ایک صاع یہ برنی کھجور خرید لی ہے، کہ نبی پاک کھائیں گے، آپ نے فرمایا: اوہو (یہی تو سود ہے) آیندہ (ایسا مت کرنا، البتہ جب بھی ایسا کرنا ہو، تو کھجور کو کسی اور چیز کے عوض بیچو، پھر اس چیز سے دوسری قسم کی کھجور خریدا کرو)۔"

اس روایت کو پڑھنے والا ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ کس طرح ایک فقہی عمل سے یہ حدیث وجود میں آئی ہے۔ عمدہ کھجور گھٹیا کھجور کے بدلے خریدی گئی، یہ سودا اپنی ذات میں کوئی شرعی خرابی نہیں رکھتا تھا۔ سوائے اس کے کہ سیدنا بلال نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر یہ خرید وفروخت کی تھی۔ آپ نے اس سودے کو کسی وجہ سے منسوخ کرنے کو کہا، مگر محدثین نے اپنے فہم سے تین روایتوں میں پیوند کاری کی اور ایک نیا متن وجود پذیر کر دیا۔ رہا یہ سوال کہ آپ نے یہ سودا منسوخ کیوں کیا، تو اس کی بے شمار وجہیں ہو سکتی ہیں، مگر چونکہ بیان نہیں ہوئیں، اس لیے ہم صرف بات کو سمجھنے کی غرض سے ایک عام سی وجہ بیان کرتے ہیں۔ آپ کے ایک غلام نے خرید وفروخت کا سودا کیا، آقا نے اس سودے کو پسند نہیں کیا۔ لہٰذا اسے لوٹانے کا کہہ دیا، اس لیے کہ حضرت بلال نے پوچھے بغیر سودا کیا تھا۔ یہ وجہ بھی کافی تھی، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مثلاً آپ کا خیال رہا ہو کہ دو صاع کھجور سے دو وقت کا کھانا بن جائے گا یا مہمان

۴ ایک عمدہ قسم کی کھجور جو جسامت میں ذرا گولائی والی ہوتی ہے، اور زردی مائل رنگ کی ہوتی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کچھ زیادہ متوقع تھے جس سے ایک صاع کھجور سے مہمان نوازی ممکن نہیں تھی وغیرہ۔ حضرت بلال نے اس طرح کی کسی وجہ کو سامنے رکھے بغیر سودا کیا ہوگا، آپ نے اسے منسوخ کرنے کا کہہ دیا ہوگا۔ اس حدیث پر اس روشنی میں دوبارہ نظر ڈال لیجیے، اور دیکھیں کہ اس منسوخیِ بیع میں حرمت کی کوئی وجہ نظر آتی ہے؟ چونکہ مسند احمد فقہ کی کتاب نہیں ہے، انھوں نے یہ روایت جیسے ان تک پہنچی درجِ کتاب کر دی ہے:

...عبد اللّٰه بن عمر فقال: أتى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ضيف. فقال لبلال: "ائتنا بطعام"، فذهب بلال فأبُدل صاعين من تمرٍ بصاع من تمر جيّد، وكان تمرهم دُوناً، فأَعجبَ النبيَّ صلى اللّٰه عليه وسلم التمرُ، فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: "من أين هذا التمر؟"، فأخبره أنه أبدل صاعاً بصاعين، فقال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: "رُدَّ علينا تمرنا".

(مسند احمد، رقم ۴۷۲۸)

''عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم کے پاس ایک مہمان آیا، تو آپ نے حضرت بلال سے فرمایا: کھانے کو کچھ لاؤ، تو حضرت بلال گئے اور انھوں نے دو صاع کھجور کو ایک صاع کھجور سے تبادلہ میں لیا، یوں کہ ان کی کھجور گھٹیا تھی۔ (بڑھیا کھجور دیکھ کر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیران ہوئے، تو آپ نے حضرت بلال سے دریافت فرمایا: یہ (بڑھیا) کھجور کہاں سے آئی ہے؟ تو انھوں نے آپ کو بتایا کہ (اپنی ردی کھجور دے کر) یہ ایک صاع دو صاع کے بدلے میں خریدی ہے۔ تو آپ نے فرمایا: اپنی کھجوریں واپس لے کر آؤ۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دیکھ لیجیے سودا محض منسوخ کیا جا رہا ہے، حلت و حرمت کی کوئی بات بیان میں نہیں آئی ہے۔ لیکن محدثین سودے کو کسی ایسی وجہ سے منسوخ ہونا ضروری سمجھ رہے تھے کہ جس کا تعلق حلال و حرام سے ہو، جب ایسی علت حضرت بلال کے قصے میں نہیں ملی تو اسے عاملِ خیبر کی روایت سے حاصل کیا گیا۔ اس علت کی تخریج بلا وجہ نہیں تھی، بلکہ وہ علی العلم کی گئی تھی۔ یہ علم البتہ اسی طرح کی پیوند شدہ یا نامکمل متون والی دوسری روایتوں کی وجہ سے وجود میں آیا تھا۔ پیوند لگاتے وقت لازم تھا کہ کچھ احتیاط برتی جاتی، کاش کوئی علامات مقرر کر لی جاتیں تاکہ یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ متن پیوند شدہ ہے، اصلی نہیں ہے، کیونکہ جب ہم حدیث کی کتاب میں کوئی روایت پڑھتے ہیں، تو اسے حدیث، یعنی قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں، اس لیے ان کتب میں پیوند شدہ روایات درج نہیں ہونی چاہییں تھیں۔ یہ علت جن روایات کی وجہ سے تخریج ہوئی، وہ ذیل میں پیش خدمت ہیں، یہ روایات پیوند لگانے کی دوسری مثال بھی ہیں، اور حضرت بلال والی روایت میں پیوند لگانے کی فقہی علت بھی فراہم کرتی ہیں۔

پیوند شدہ روایات کے پیش کرنے سے پہلے یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس روایت میں یہ اضافہ تو اور بھی نا قابل فہم ہو گیا ہے کہ نقد معاملے میں پہلے ایک قسم کی کھجور کسی اور چیز کے بدلے خرید و، اور پھر اس چیز سے دوسری قسم کی کھجور خرید و۔ اس سے نفس حقیقت میں کیا فرق پڑے گا؟ نقد میں سود تو ہوتا نہیں، البتہ غرر اور ضرر ہو سکتا ہے۔ والی خیبر کو جو بات آپ نے کہی، وہ تو بہت واضح ہے کہ ایک ہی نسل کی کھجور میں جمع وجنیب کے سودے میں ضرر غرر ہو سکتا ہے۔ اس سے بچنے کے لیے یہ احتیاط آپ نے سکھا دی۔ لیکن اس کو سود کہنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ سیدنا بلال اور والی خیبر نے نقد معاملہ کیا ہے۔ اور خود صحیح اور عقل وفطرت کے عین مطابق حدیث میں 'لَا رِباً إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ' (بخاری، رقم ۲۱۷۸-۲۱۷۹) یا 'لَا رِباً فِيمَا كَانَ يَداً بِيَدٍ' میں جس حقیقت کو جس حصر کے اسلوب میں بیان کیا گیا ہے، 'عین الربا' کا یہ اضافہ ان اصولی روایات کے متصادم ہے، یعنی سود نقد سودے میں نہیں ہوتا، سود صرف ادھار میں ہوتا ہے۔ حضرت بلال کے قصے میں یہ اضافہ اس شان دار واضح اصولی روایت سے ٹکراتا ہے، اس لیے بھی قابل قبول نہیں ہے۔ اب ان روایتوں کی طرف آتے ہیں جن کی وجہ سے یہ اضافہ کیا گیا، اور وہ خود بھی پیوند شدہ ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

دوسری مثال

دوسری پیوند شدہ[۵] روایت یوں ہے:

عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ". (صحیح بخاری، رقم ۲۱۳۴)

اس روایت میں چار چیزوں کو انھی چار چیزوں کے بدلے میں بیع سے منع کیا گیا ہے۔ اگر الف لام کی رعایت کی جائے تو ان جملوں کا اردو میں ایک مفہوم یہ ممکن ہے:

"...نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کے بدلے میں اتنا ہی اور اسی جیسا سونا خریدا جائے تو یہ رِبا (سود) ہے، سوائے اس کے کہ نقدا نقد معاملہ ہو۔ گندم کے بدلے اسی قسم و معیار اور اسی مقدار کی گندم خرید و فروخت کی جائے تو اس میں ربا ہے، سوائے اس کے کہ نقدا نقد معاملہ ہو۔ کھجور کے بدلے اس قسم و معیار کی اور اتنی مقدار کی کھجور خرید و فروخت کی جائے تو اس میں ربا ہے، سوائے اس کے کہ نقدا نقد معاملہ ہو۔ جو کے بدلے اسی قسم و معیار اور اتنی مقدار کے جو کی خرید و فروخت کی جائے تو اس میں ربا ہے، سوائے اس کے کہ نقدا نقد معاملہ ہو۔"

۵۔ اس پیوند کی نشان دہی استاذ گرامی نے اپنی کتاب 'میزان' میں کی ہے، دیکھیے ص ۵۰۸۔

اس حدیث کے اس مفہوم میں نقداً نقداً والے تمام جملے دو وجوہ سے بے محل ہیں: ایک اس وجہ سے کہ کون ہے جو اِدھر آپ کو وہی چیز دے اور اسی وقت آپ سے ویسی ہی آپ کی چیز لے لے؟ یہ سودا نہیں کھیل ہوا۔ مثلاً کون ہے جو ایک کلوگرام باسمتی چاول دے کر اسی وقت ایک کلوگرام باسمتی چاول لے لے۔ ادھار میں تو ایسا ہو سکتا ہے، نقداً کیسے ہو سکتا ہے؟ اس وضاحت سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں نقداً نقداً (إلا هاء و هاء) کا اضافہ بے محل ہے۔ یہ اضافہ سہواً ہوا ہو گا، یہ پیوند دوسری روایتوں کے متن کے باہم متشابہ ہونے کی وجہ سے ہوا، جس طرح ہم قرآن کی متشابہ آیات کو نماز میں گڈ مڈ کر دیتے ہیں، اسی طرح حدیث کے متشابہ متون بھی باہم گڈ مڈ ہو سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہاں پیوند لگا ہے، خواہ سہواً لگا ہو یا عمداً۔

میری بات کو سمجھنے کے لیے باسمتی چاول کی مثال پر دوبارہ غور کریں:

<u>ایک کلو باسمتی چاول ایک کلو باسمتی چاول کے بدلے میں خریدنا سود ہے</u>، لیکن اگر معاملہ نقداً ہو تو درست ہے۔

یعنی نقداً ایک کلو چاول دے کر ایک کلو چاول خرید لو یہ درست ہے، سوال یہ ہے کہ شرعاً تو یہ سودا درست ہے، مگر یہ سودا نقداً ہوتا کہاں پر ہے کہ ایک ہی چیز کا محض تبادلہ کر لیا جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ غور کیجیے کہ پہلا جملہ (خط کشیدہ) اگر ادھار بیع کے لیے ہے تو اس میں ربا (سود) کیسے ہوا؟ کیونکہ ادھار بیع میں سود تو ہوتا ہی تب ہے کہ جب واپسی کے وقت مقدار بڑھا دی جائے یا معیار۔ جب کہ یہ روایت کہہ رہی ہے کہ اتنا ہی اور ویسا ہی سونا ادھار بیچنا سود ہے، یعنی معیار اور مقدار میں کوئی اضافہ ہوا ہی نہیں، تب بھی سود ہے۔ سود تو ہوتا ہی اضافہ ہے۔ اگر یہ جملہ نقد کے لیے ہے تو عادتاً یا طبعاً نقد سودا یوں ہوتا ہی نہیں ہے کہ میں ایک کلو باسمتی چاول آپ کو دوں اور فوراً ویسے ہی ایک کلو باسمتی چاول آپ سے لے لوں۔

چنانچہ اس روایت کے الفاظ کسی رخ پر صحیح نہیں بیٹھتے، اس لیے کہ اس میں سہواً دوسری روایت سے پیوند لگا ہوا ہے۔ محدثین یا راویوں نے اسی طرح کے مضمون کی دوسری روایات سے یہ الفاظ یہاں درج کر دیے ہیں۔ شاید اس لیے کہ حضرتِ بلال والی مذکورہ بالا روایت کی نکالی ہوئی علت درست قرار پا جائے۔ جن احادیث سے یہ الفاظ چنے گئے ہیں، ان کا حوالہ آگے آتا ہے۔ چونکہ ایسی بیع نقداً ہوتی ہی نہیں ہے، اس لیے یہاں نقد کی بات کرنا ہی بے محل ہے۔ اور اگر یہ اضافہ درست مانا جائے تو پہلے جملہ کا مطلب ادھار ہو گا اور ادھار میں ایک جیسی چیز دینے میں سود پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس طرح کے سودے ادھار میں روزانہ ہو سکتے ہیں۔ آج کوئی اپنی بیٹی کے لیے ۱۲ قیراط کا پانچ تولے سونا چھ ماہ کے لیے ادھار لے اور چھ ماہ بعد ۱۲ قیراط کا پانچ تولے سونا ہی واپس کر دے تو شرعاً، عادتاً اور طبعاً نہایت صحیح

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

معاملہ ہوگا۔لیکن اِدھر آدمی اپنا سونا دے اور اُدھر دوسرے کا اتنا ہی اور ویسا ہی سونا لے تو یہ سودا نا قابل فہم ہے۔

دوسرا مطلب الف لام کی تکرار کا لحاظ کیے بغیر یہ ہوسکتا ہے (کہ یہاں میں صرف سونے والا جملہ لے رہا ہوں تا کہ طوالت سے بچا جا سکے) ۔

اعلیٰ معیار کا سونا گھٹیا سونے کے بدلے خریدا جائے تو یہ سود ہے، سوائے اس کے کہ معاملہ نقدا نقد ہو۔ یا

وزن میں زیادہ سونے کو کم سونے کے بدلے خریدنا سود ہے، سوائے اس کے کہ معاملہ نقدا نقد ہو۔

اس صورت میں بھی نقدا نقد والا جملہ بے محل ہو جاتا ہے۔ اس جملہ کی وجہ سے پہلے جملے کا مفہوم یہ ہوگا کہ ان چیزوں کی ادھار بیع منع ہوگی۔ یہ بات درست نہیں ہے، اس لیے کہ ہمیشہ ایسی ادھار بیع ربا کا باعث نہیں ہے۔ مثلاً اگر ایک کلو باسمتی کے معاوضے میں دو کلو موٹے چاول بکتے ہوں، تو خواہ سودا ادھار بھی ہو درست ہے۔ مثلاً، اگر چھ ماہ بعد بھی اس کو دو کلو موٹے چاول ہی دیے جائیں تو اس میں سود نہیں ہوگا۔ لہٰذا یہاں بھی یہ جملہ روایت کو بے معنی بنا رہا ہے۔

دوسرے یہ کہ چونکہ ایسے سودے نقد بھی صحیح ہیں اور ادھار بھی اس لیے اس میں بھی نقدا نقد کا اضافہ بے معنی ہے۔ یعنی میں ۱۲ قیراط کا چھ تولے سونا چھ ماہ کے لیے ادھار لوں اور چھ ماہ بعد ۲۴ قیراط اتنا ہی سونا واپس کروں تو اس صورت میں یقیناً اس میں سود پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ۱۲ قیراط کے چھ تولے سونے سے ۲۴ قیراط کا تین تولے سونا بکتا ہو، اور میں چھ ماہ بعد ۲۴ قیراط کا تین تولے سونا واپس کروں تو اس میں نہ سود ہے اور نہ کوئی اور حرمت۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تیسرے یہ کہ اگر بفرض محال یہ بات مان بھی لی جائے کہ یہ جملہ یوں ہی تھا، تو حضرت بلال والی روایت میں اور اس روایت میں تضاد پیدا ہو جائے گا۔ حضرت بلال والی وہ روایت جسے ہم نے پیوند شدہ قرار دیا ہے، یہ کہتی ہے کہ بڑھیا کھجور کے بدلے گھٹیا کھجور کا نقداً سودا نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ اس میں سود ہے۔ جبکہ یہ روایت دوسرے مفہوم کے اعتبار سے یہ کہہ رہی ہے کہ ایسی بیع ہوسکتی ہے۔ لہٰذا ہر اعتبار سے یہ جملہ حدیث میں راویوں کا لگایا ہوا پیوند ہے۔ اس پیوند نے ہماری شریعت میں ربا الفضل کے تصور کا اضافہ کیا ہے، جو صدیوں سے لا ینحل چلا آ رہا ہے۔ جس کا ایک حل استاذی الجلیل غامدی صاحب نے پیش کیا ہے۔[6]

اس میں اصل، یعنی بے پیوند متن اتنا ہی ہے جو بخاری میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے:

قَالَ أَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ

”یہ صحابی کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے (ادھار) مت بیچو، سوائے یہ کہ وہ وزن و معیار میں بالکل ویسا ہی ہو، اور

---

[6] مزید تفصیل کے لیے دیکھیے استاذ گرامی کی کتاب ”میزان“ صفحہ ۵۰۸، باب ”قانونِ معیشت“۔

إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ".

نہ چاندی کے بدلے چاندی (ادھار) بیچو، الاّ یہ کہ وزن و معیار میں بالکل ایک جیسی ہو، البتہ سونے کے بدلے چاندی اور چاندی کے بدلے سونا جیسے چاہو بیچ سکتے ہو۔"

اس روایت میں بھی آخری جملہ پیوند کا معلوم ہوتا ہے یا پھر یہ نامکمل ہے[7]۔ بہر حال، روایت کا ابتدائی حصہ درست لگتا ہے۔ البتہ اس میں 'ادھار' کا لفظ محذوف ہے یا موقع محل میں واضح ہونے کی وجہ سے مقدر تھا۔ ترجمہ میں یہ مقدر کھول دیا گیا ہے۔ اس مقدر کو اگر نہ کھولا جائے تو یہ روایت بھی اسی طرح بے معنی حکم پر مبنی ہو جائے گی۔ اس متن کو دیکھ کر واضح ہو جاتا ہے کہ 'إلا سواء بسواء' نے مذکورہ بالا روایات میں 'إلا هاء وهاء' کا روپ دھار لیا ہے۔ ذرا دونوں متون کا قریبی جائزہ لیں تو آپ کو واضح ہوگا کہ کس طرح متشابہ متن اس پیوند کا باعث بنا ہے:

پیوند شدہ متن	پیوند سے محفوظ متن
عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ..."	قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَبِيْعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ..."

ایک تیسرا مفہوم بھی ممکن ہے، لیکن اس میں بہت سی باتیں فرض کرنا پڑیں گی:

عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيْرُ بِالشَّعِيْرِ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ". (صحیح بخاری، رقم ۲۱۳۴)

"...نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سونے کے بدلے میں سونا خریدا جائے تو اس میں سود کا امکان ہے، سوائے اس کے کہ نقدا نقد معاملہ ہو۔ گندم کے بدلے گندم خرید و فروخت کی جائے تو اس میں ربا ہو سکتا ہے، سوائے اس کے کہ نقدا نقد معاملہ ہو۔ کھجور کے بدلے کھجور خرید و فروخت کی جائے تو اس میں ربا کا امکان ہے، سوائے اس کے کہ نقدا نقد معاملہ ہو۔ جو کے بدلے جو کی خرید و فروخت کی جائے تو اس میں

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

---

[7] دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں 'یداً بید' کے الفاظ تھے، جو رہ گئے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: "الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواء بسواء يداً بيد فإذا اختلفت هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يداً بيد". (صحیح مسلم، رقم ۱۵۸۷)

سود ہو سکتا ہے، سوائے اس کے کہ نقداً نقد معاملہ ہو۔''

اس میں جو چیزیں فرض کرنا ہوں گی، اس میں ایک تو لسانی اصول ہے کہ اسمیہ جملہ کو خبر کے بجائے امکان خبر پر محمول کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ان چاروں چیزوں کو باقی تمام اجناس سے ممتاز مانا جائے۔ ممتاز ماننے کا ایک پہلو یہ کہ تبادلے کی بیع (barter system) کے زمانے میں ان کو نقدی (currency) کی حیثیت حاصل ہو، سونے کے ساتھ ان کا جمع کرنا اس کا قرینہ ہے۔ یعنی وہ چیزیں جن کو تبادلہ میں معیار کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ نقدی کی حیثیت پانے والی اشیا کی قیمت میں افراط و تفریط غیر فطری عوامل سے ہو سکتا ہے۔ ضروری نہیں کہ وہ مارکیٹ کے عام بہاؤ سے افراط و تفریط سے گزریں۔ یعنی انھیں مصنوعی طریقے سے بھی اس اتار چڑھاؤ میں رکھا جا سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان میں تین چیزوں کا تعلق خوراک سے بھی ہے۔ یہ بنیادی ضرورت کی چیز ہے۔ ذخیرہ اندوزی سے ان چیزوں کی مصنوعی کمی پیدا کی جاتی ہے تاکہ ان کی قیمت بڑھ جائے اور منافع کمایا جائے یا دوسری چیزوں کی قیمت بڑھانے کے لیے ان کی فروانی کر دی جاتی ہے وغیرہ۔ مثلاً آج جو کی بوری ایک درہم میں آتی ہے۔ بیوپاری باہمی ساز باز سے جو کی مارکیٹ میں کمی پیدا کر دیں، جس سے جو کی قیمت بڑھ جائے۔ چنانچہ قرض دار جب جو واپس کرنے آئیں گے تو وہ مہنگے جو واپس کریں گے، جن کی تازہ قیمت دو درہم فی بوری ہو چکی ہے۔ اس مہنگے جو سے مہاجن دوسری چیزوں کی زیادہ مقدار خرید سکیں گے۔ مثلاً چند ماہ پہلے وہ ایک بوری دے کر ایک درہم سونا خرید سکتے تھے، اب وہ دو درہم خرید سکتے ہیں۔ یوں مصنوعی طریقے سے پوری مارکیٹ میں ایک سودی عمل وجود پذیر کیا جا سکتا ہے کہ کل کے سستے جو کے مقابلے میں آج کے مہنگے جو واپس لیے گئے، حالاں کہ مقدار بھی وہی تھی، اور معیار بھی وہی۔ یوں مہاجن چکر دے کر سود کمانے لگ گیا ہوگا۔

ہمارے ملک میں کارفرما عناصر پچھلی چند دہائیوں سے زمین اور روپے کے ساتھ ایسا ہی کر رہے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ آپ نے اپنے دور میں اس طرح کی سرگرمیوں کے سدباب کے لیے یہ حکم دیا ہو، کہ ان چار چیزوں کی ادھار بیع نہیں ہوگی تاکہ مہاجن قسم کے لوگ سود کی حرمت کے بعد اس طرح جعل سازی سے سود نہ کمانے لگ جائیں۔ اس صورت میں یہ شرعی حکم کے بجائے محض ایک وقتی حل ہوگا، جیسے کوئی آرڈیننس ہو، کہ آج سے ان چار چیزوں کا انھی چار چیزوں کے بدلے ادھار سودا نہیں ہوگا۔ اگر ہوگا تو نقداً ہی ہوگا۔ اس صورت میں ان سب چیزوں کا الف لام جنس کا ماننا ہوگا۔ یعنی سونے کے بدلے سونا نہیں بیچا جائے گا، جو کے بدلے جو، گندم کے بدلے گندم سب کے ادھار بیچنے پر پابندی ہوگی، خواہ یہ چیزیں ایک ہی قسم کی ہوں یا مختلف۔ یہ ساری بات بھی فرض کرنا پڑے گی کہ مدینۃ النبی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

میں ایسا ہورہا تھا۔ جب کہ ہمیں اس چال بازی سے سود بنانے کے کوئی شواہد نہیں ملتے۔ صرف ذخیرہ اندوزی کے شواہد ملتے ہیں۔

بہر حال اگر متن کو پیوند شدہ نہ مانا جائے تو مذکورہ بالا قسم کی دُور کی بے شمار کوڑیاں لانی پڑیں گی۔ مزید یہ کہ یہ بات بعید از قیاس ہے کہ بنیادی چیزوں کی ادھار خرید وفروخت پر پابندی لگا دی جائے۔ یہ تو لوگوں کو نہایت سخت آزمایش میں ڈالنے والی بات ہے۔

اس درازنفسی سے صرف یہ کہنا مقصود ہے کہ اس روایت کے متن میں راویوں نے یا محدثین نے کوئی ایسی تبدیلی کر دی ہے کہ ایک حقیقت سے اس کا ٹکراؤ پیدا ہو رہا ہے۔ اب صرف ایک ہی حل رہ جاتا ہے کہ اس کو وحی قطعی مان کر سمجھ آئے نہ آئے تعبداً مان لیا جائے۔ ہمارے اہل ظاہر نے ایسا ہی کیا، پھر تمام فقہا نے بھی ماننا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ اسے ربا الفضل کا نام دے دیا گیا کہ یہ عام مانے ہوئے ربا سے مختلف ایک ربا ہے۔ یہ شریعت کا حقیقی ربا پر ایک اضافہ ہے، یعنی یہ عام ربا کے تحت سمجھ میں نہیں آ سکتا، لہٰذا سرفگندگی میں مان لو۔ ہماری رائے میں یہ محدثین و رواۃ کے دو متون کے باہم پیوند سے ایک ناقابل فہم متن تشکیل ہو گیا ہے، اگر ہم صحیح متون تک پہنچ جائیں تو ربا الفضل کا قضیہ ہی مٹ جاتا ہے، مزید تحقیق کے لیے استاذ گرامی کی محولہ بالا کتاب: ''میزان'' کو دیکھا جا سکتا ہے۔ استاذ گرامی نے درج ذیل متن کو صحیح قرار دیا ہے۔ مگر جیسا کہ ہم نے اوپر لکھا اس میں ادھار کو مقدر مانا ہے[۸]:

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَهُوَ رِبًا. (مسلم، رقم ۴۱۵۲)	''سونے کے بدلے سونا، اسی وزن اور اسی مثل کا خریدو، اور چاندی کے بدلے چاندی اسی وزن اور اسی مثل کی خریدو، جس نے اضافہ کیا یا کرایا تو یہ اضافہ سود ہوگا۔''

ایک چوتھی صورت بھی ممکن ہے۔ لیکن اس میں اس موضوع کی تمام روایات پر مجموعی انحصار کرنا ہوگا۔ صرف ایک متن سے کام نہیں چلے گا، کیونکہ لگتا ہے کہ کسی متن میں کوئی بات مقدر تھی، وہ بیان نہیں ہوئی، کسی روایت میں انضمام المتن ہو گیا ہے، کسی میں جملوں کی ترتیب بدل گئی ہے اس لیے ضروری ہے کہ اس بات تک پہنچا جائے کہ جو ان تمام روایات کو ایک جامع بات میں پرو دے اور غیر سودی بیع میں سود کا جو مسئلہ پیدا ہو چکا ہے، وہ حل ہو جائے۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ردی بات کی نسبت بھی رسول کی طرف کرنا درست نہیں ہے۔ تمام متون کو ایک مرتبہ ناقص اور تمام

۸۔ میزان، جاوید احمد صاحب غامدی ۵۰۸۔

کوایک دوسرے کی تکمیل کرنے والا قرار دے کر پھر سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ہم ہر ایک متن کو مکمل قرار دے دیں تو اوپر جو میں نے تفصیل کی ہے، اس سے واضح ہے کہ کس قدر سنجیدہ سوالات پیدا ہو جاتے ہیں۔

غور یہ کرنا چاہیے کہ ادھار یا نقد کس صورت میں ایک ہی چیز کے خرید و فروخت سے سود پیدا ہوتا ہے۔ خود صحیح احادیث سے بالحصر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سود صرف نسیئہ، یعنی ادھار میں ہوتا ہے۔ لہٰذا ان تمام روایتوں میں اس اصولی روایت کی روشنی میں ہم آپ سے آپ یہ مان لیتے ہیں کہ سود والی تمام روایات نسیئہ ہی سے متعلق ہیں، خواہ ان میں 'ادھار' کا لفظ آیا ہو یا نہ آیا ہو۔

اب اگلی غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کس صورت میں کھجور کو کھجور کے بدلے بیچنے سے سود پیدا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے اگر 'وزناً بوزن' اور 'مثلاً بمثلٍ' ہو تو سود نہیں ہوتا۔ یعنی میں نے ایک کلو کھجور آج لی، اور ایک ہفتے بعد وزن اور مثل میں یکساں کھجور واپس کر دی تو سود نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وزن میں یا معیار میں اسے بڑھا دیا جائے تو سود ہو جائے گا۔ ایک تیسری چیز، جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، قیمت ہے، جو تقریباً سب شارحین کے ہاں فراموش رہی ہے۔ تو مثال کے طور پر اگر وزن بھی وہی ہو، معیار بھی وہی ہو، مگر قیمت بدل جائے تو کیا سود نہیں ہوگا؟ تو اب 'مثلاً بمثلٍ' کے معنی میں قیمت کا مفہوم بھی ڈالنا ہوگا۔ چنانچہ اب یہ کل تین چیزیں ہو جائیں گی: وزن، معیار اور قیمت۔ ان تینوں میں سے کسی ایک میں فرق آ گیا تو سود ہو جائے گا۔

اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔ میں نے آپ سے اکتوبر میں ایک بوری کھجور ادھار لی، اس ماہ اس کی قیمت مثلاً پانچ ہزار روپے بوری تھی۔ جون میں، میں نے یہ کھجور واپس کرنی ہے، جون تک آتے آتے، یہی کھجور مہنگی ہو جائے گی، تب بوری کی قیمت مثلاً چھ ہزار روپے ہو جائے گی۔ اب اس بیع میں سود پیدا ہو گیا ہے، یعنی پانچ ہزار روپے پر چھ ہزار روپے وصول کیے گئے۔ تقریباً تمام اجناس میں ایسا ہی ہوتا ہے، فصل آنے کے موسم میں قیمتیں کم ہو جاتی ہیں، مگر جیسے جیسے وقت گزرتا ہے، اجناس کی مقدار میں کمی آتی ہے اور قیمتیں بڑھنے لگتی ہیں۔ اس قسم کی بیوع میں سود سے بچنے کا کیا حل ہے؟ وہی کہ ان اجناس کو انھی کے بدلے ادھار نہ خریدا جائے، بلکہ جب بھی خریدا جائے قیمتاً خریدا جائے۔ مثلاً میں نے پانچ ہزار کی بوری لی اور جولائی میں پانچ ہزار روپے ہی واپس کر دیے۔ اگر حدیث سنداً اور معناً صحیح ہے تو یہی وہ بات ہے جو آپ نے والیِ خیبر سے فرمائی تھی، یعنی جب ایک ہی جنس اسی وزن اور اسی قسم میں بھی لوٹاؤ گے تو قیمت میں تبدیلی کی وجہ سے سود پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے پہلے اسے دوسری چیز کے عوض بیچو، اور جب واپس لینی ہو، تو اسی قیمت سے واپس لو۔ یعنی پانچ ہزار کی کھجور ادھار دی تھی، اب پانچ ہزار ہی کی خرید کر واپس لو۔

اس میں جیسے سود کا امکان ہے، ویسے ہی ضرر کا بھی امکان ہے۔ مثلاً اگر جون میں، جب کھجور مہنگی ہو، ادھار پر دی گئی، اور اس وقت لوٹائی گئی، جب نئی فصل کے آنے پر قیمتیں گر جاتی ہیں تو ادھار دینے والے کو نقصان، یعنی ضرر ہو گا۔ اس سے بچنے کا بھی وہی طریقہ ہے، جو آپ نے والیِ خیبر کو حکم فرمایا۔ آپ کے تجویز کردہ اس طریقے سے قرض دار اور قرض خواہ، دونوں سود یا ضرر سے بچ جاتے ہیں۔ اس تاویل سے تردادت تو سارے دور ہو جاتے ہیں، مگر ان میں درج ذیل باتیں خود سے فرض کرنا پڑیں گی:

ا۔ راویوں نے موقع محل کو بیان نہیں کیا، یا راویوں نے تو بیان کیا، مگر مصنفین نے طوالت سے بچنے کے لیے موقع محل کو ترک کر کے محض قول رسول کو بیان کر دیا، جس سے بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ بات کیا ہو رہی تھی۔ موقع محل سے ہماری مراد یہ ہے کہ مثلاً ان روایتوں میں بات ادھار کی چل رہی تھی یا نقد بیع کی۔ یہ اس مضمون کی اکثر روایتوں سے واضح نہیں ہوتا۔ مثلاً:

قَالَ أَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ“. (بخاری، رقم ۲۱۷۵)

”یہ صحابی کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے بدلے مت بیچو، سوائے یہ کہ وہ وزن و معیار میں بالکل ویسا ہی ہو، اور نہ چاندی کے بدلے چاندی بیچو، الا یہ کہ وزن و معیار میں بالکل ایک جیسی ہو، البتہ سونے کے بدلے چاندی اور چاندی کے بدلے سونا جیسے چاہو بیچ سکتے ہو۔“

اسی طرح یہ روایت دیکھیے:

الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَزْنًا بِوَزْنٍ مِثْلًا بِمِثْلٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَهُوَ رِبًا. (مسلم، رقم ۴۱۵۲)

”سونے کے بدلے سونا، اسی وزن اور اسی مثل کا خریدو، اور چاندی کے بدلے چاندی اسی وزن اور اسی مثل کی خریدو، جس نے اضافہ کیا یا کرایا تو یہ اضافہ سود ہو گا۔“

درج ذیل روایت بھی موقع محل سے مجرد ہو کر آئی ہے:

يُحَدِّثُ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، وَأَبَا سَعِيدٍ، حَدَّثَاهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَخَا بَنِي عَدِيٍّ الْأَنْصَارِيَّ، فَاسْتَعْمَلَهُ عَلٰى

”ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما دونوں بیان کرتے ہیں کہ آپ نے بنو عدی انصاری کے ایک آدمی کو خیبر کا والی مقرر کیا، تو وہ جنیب قسم کی کھجور لے کر آیا، تو

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

خَيْبَرَ، فَقَدِمَ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟" قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّا لَنَشْتَرِي الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ مِنَ الْجَمْعِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَفْعَلُوا، وَلٰكِنْ مِثْلًا بِمِثْلٍ، أَوْ بِيعُوا هٰذَا وَاشْتَرُوا بِثَمَنِهِ مِنْ هٰذَا، وَكَذٰلِكَ الْمِيزَانُ". (مسلم، رقم ۱۳۹۵)

آپ نے اس سے پوچھا کہ آیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہیں؟ اس نے عرض کی: نہیں یارسول اللہ، ہم ملی جلی کھجور دے کر دو صاع کے بدلے ایک صاع جنیب خرید لیتے ہیں، آپ نے فرمایا: یوں نہ کیا کرو، جب اس ملی جلی کھجور کا سودا کرو، تو اسے پہلے بیچو، اور پھر اس کی قیمت سے اچھی کھجور خریدو، ایسے ہی صحیح سودا ہوگا۔"

کلام کا ظاہر ان تینوں روایتوں میں نقد بیع پر دلالت کر رہا ہے۔ لیکن اس طرح کی نقد بیع میں سود پیدا ہی نہیں ہوتا۔ جس پر اوپر کی ساری تفصیل گواہ ہے۔

۲۔ یہ فرض کرنا پڑے گا کہ ان اجناس میں قدیم عرب میں بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قیمت میں اتار چڑھاو ہوتا تھا۔

۳۔ یہ ماننا پڑے گا کہ ان اجناس کی قیمت بڑھنے سے سود کا عنصر بیع میں آ جاتا ہے، اس کے باوجود کہ قسم بھی وہی اور وزن بھی اتنا ہی لوٹایا گیا ہو۔

۴۔ یہ فرض کرنا پڑے گا کہ یہ تمام روایات قرض یا ادھار کی بیع سے متعلق ہیں، حالاں کہ ان کا مضمون نقد بیع پر دلالت کر رہا ہے۔

۵۔ یہ ماننا پڑے گا کہ سیدنا بلال والی روایت میں تصرف کر کے ایک جملہ یا دو جملے دوسری روایات سے پیوند کیے گئے ہیں۔

أن أَبَا سَعِيدٍ، يَقُولُ: جَاءَ بِلَالٌ بِتَمْرٍ بَرْنِيٍّ، فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مِنْ أَيْنَ هٰذَا؟" فَقَالَ بِلَالٌ: تَمْرٌ كَانَ عِنْدَنَا رَدِيءٌ، فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ لِمَطْعَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ عِنْدَ ذٰلِكَ: "أَوَّهْ عَيْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ، وَلٰكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ التَّمْرَ فَبِعْهُ بِبَيْعٍ آخَرَ، ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ". (مسلم، رقم ۱۵۹۴۔ بخاری، رقم ۱۰۸۰)

۶۔ یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت میں 'إلا هاء وهاء' بھی پیوند ہے، کیونکہ اس طرح نقد بیع ہوتی ہی نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

عُمَرَ بُنَ الُخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنُهُ يُخبِرُ عَنُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ”الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالُبُرُّ بِالُبُرِّ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالتَّمُرُ بِالتَّمُرِ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّعِيُرُ بِالشَّعِيُرِ رِباً إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ“. (صحیح بخاری، رقم ۲۱۳۴)

۷۔ یہ ماننا پڑے گا کہ مثل سے مراد قسم، یعنی معیار اور قیمت، دونوں ہیں۔

میرے خیال میں حل دو ہی ہیں: ایک وہ جو استاذ گرامی نے اپنی کتاب ''میزان'' میں پیش فرمایا ہے کہ ادھار کو بعض طرق میں مقدر مانا جائے اور 'إلا هاء و هاء' والی روایت میں پیوند کو حذف کر کے سمجھا جائے۔ دوسرا حل یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام مفروضات کو مان کر ایک مخفی ربا کے وجود کو تسلیم کیا جائے، جس کی وضاحت میں نے اوپر کی ہے، اور جس کا حل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ 'بِيعُوا هٰذَا وَاشُتَرُوا بِثَمَنِهِ مِنُ هٰذَا، وَكَذٰلِكَ الُمِيزَانُ' (مسلم، رقم ۱۵۹۳)۔ میرے خیال میں یہ جملہ سارے متون کو حل کرنے میں نہایت درجہ اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ یہ کرنسی کے زمانے میں سمجھنا آسان ہے افراط وتفریطِ زر سے سود کیسے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بارٹر سسٹم میں ثمن قرار پانے والی اشیا میں اس کی موجودگی کو پالینا ذرا مشکل ہے۔

۸۔ یہ ماننا پڑے گا کہ صرف سونے یا چاندی ہی کو نقدی کی حیثیت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ بارٹر سسٹم میں بعض دوسری چیزوں کو بھی نقدی کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو ثمن کا درجہ پا لیتی ہیں۔

اوپر کی بحث سے واضح ہے کہ متون کی صحت پر کس قدر غور وفکر کی ضرورت ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ ہم راویوں اور محدثین کے سہواً اور فقہی تصرفات سے حدیث نبوی پر الزام آنے دیں۔ نہایت دقتِ نظر سے تمام پہلوؤں کو دیکھنا ہوگا۔ ایسے تمام تصرفات کی جانچ کرنی ہوگی اور نہایت ہمدردی سے تمام مواد کو پرکھ کر تاویل کرنا ہوگی۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org